کوئی دل میں بس گیا

مصنفہ: عروسہ عالم

کوئی دل میں بس گیا۔۔۔۔۔عروسہ عالم

یہ جو ڈیڈی نے نیا ملازم رکھا ہے اسکے نخرے کچھ زیادہ نہیں ہیں۔"انوشہ نے تانیہ سے کہا تو وہ " دھیرے سے ہنس دی۔"خدا جب حسن دیتا ہے تو نزاکت آہی جاتی ہے۔"تانیہ نے لہک لہک کر شعر پڑھا تو انوشہ اسے گھورنے لگی۔"توبہ ہے تانیہ کتنا خراب ذوق ہے تمھارا،نری احمق ہو تم یہ شعر بھلا تمھیں اس پہاڑ کے لیے پڑھنا چاہیے تھا۔اس اونٹ میں نزاکت کہاں سے آگئی،اس قدر لحیم شحیم ہاتھی جیسے جسم والا مضبوط مرد تمھیں نازک نظر آرہا ہے۔

کچھ شرم کرو انوشہ اتنے اسمارٹ سے مرد کو تم نے ہاتھی اور اونٹ جیسے جانوروں سے تشبیہ دے ڈالی۔"ویسے کیا بات ہے میں دیکھ رہی ہوں کئی دن سے بڑا ذکر کیا جارہا ہے اس ہینڈسم کا۔آج کل تم بڑی دلچسپی لے رہی ہو اس میں۔"تانیہ نے ہنستے ہوئے بڑے ذو معنی انداز میں کہا۔"کیا"وہ بھک سے رہ گئی۔"کیا مطلب ہے تمھارا،میں بھلا اس دو ٹکے کے آدمی میں دلچسپی لوں گی۔تم نے یہ سوچا بھی کیسے۔"انوشہ بری طرح سے چڑ گی تو تانیہ ہنس دی۔میں تو اس نیچ آدمی کا دماغ ٹھکانے لگانا چاہتی ہوں۔پتانہیں خود کو کہاں کا پرنس سمجھتا ہے۔بڑا چیمپئنز بنا پھرتا ہے۔کھوپڑی درست کر دوں گی اس "ہیرو کی۔

اوہو بھئی کیابات ہے،ایک ہی لمحے میں تم نے اسے ہیرو،چیمپئن اور پرنس بناڈالا۔دنیا کے تمام " ٹائیٹلز ایک ہی لمحے میں دے ڈالے۔""دیکھو تانیہ،اب اگر تم نے ایک لفظ بھی اسکے متعلق کہا ناں تو میں تمھیں کمرے سے کھڑے کھڑے نکال دوں گی۔"انوشہ نے انگلی اٹھا کر تانیہ کو تنبیہ کی۔"ارے کیا بات کر رہی ہو۔"تانیہ حیران ہوئی"۔"میں اسکے بارے میں کہاں بول رہی ہوں اسکے بارے میں

تو اتنی دیر سے تم ہی باتیں کر رہی ہو۔"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے اسکے بارے میں بات کرنے کی۔"انوشہ نے کچھ کھسیا کر کہا۔

او" تانیہ نے او کو لمبا کیا۔تو یہ جو تم اتنی دیر سے ہیرو، چیمپئن کے بارے میں باتیں کر رہی ہو یہ " سب بلا ضرورت کر رہی ہواور اگر کبھی ضرروت پڑ گی اس پرنس کی تو پھر کیا کرو گی؟"تانیہ نے پھر شریر سی ہنسی کے ساتھ پوچھاتو وہ اسکے اوپر آنکھیں نکالنے لگی۔"میرا دماغ خراب ہو رہا ہے اور تمھیں مستیاں سوجھ رہی ہیں۔"او زبردست۔"تانیہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔"کیا ہوا؟"انوشہ بھی اسکی حیرت پر چونک پڑی۔"تمھارے پاس دماغ بھی ہے۔"اور پھر انوشہ نے آو دیکھا نہ تاوتانیہ پر کشنز کی برسات کردی۔"بس۔بس بس۔کچھ کشنز اپنے اس ہیرو کے لیے بھی بچا کر رکھ لو۔"اتنی دیر سے میرا دماغ خراب ہورہا ہےاور تم میرا اور دل جلا رہی ہو۔"آں۔ابھی تک دل تمھارے پاس ہےاس کو نہیں دیا۔"تانیہ اب تم نے کچھ بھی کہاناں تو میں کوئی رعایت کیے بغیر تمھارا گلا دبا دوں گی۔میری بات سن نہیں رہی ہواور بیچ میں کوئی نہ کوئی ٹکڑا لگا دیتی ہو۔"اچھاچلو بتاو،اتنی گرمی کس بات کی؟"دراصل میں آج ڈیڈی کے آفس گی تھی،میں نے اس سے کہا کہ واپسی میں مجھے گھر چھوڑتا ہوا چلا جائے تو مجھے ٹکا سا جواب دے کے چلتا بنا۔وہاں اور بھی کئی لوگ

کھڑے ہوئے تھےاس نے تو کسی کے بھی سامنے میرا لحاظ نہیں کیا۔بس اس وقت سے جو میرے اندر آگ لگی ہوئی ہے وہ ابھی تک نہیں بجھی ہے۔"اوہ! ویری سیڈ۔یعنی اس قدر پرُ تپش جواب دیااس نے تمھیں۔ویسے اس نے کہا کیا تھا۔؟"یہی کہ میں فضول کی ذمہ داریاں نہیں اٹھاتا۔"انوشہ نے جل کربتایا۔

ہاں یہ واقعی خاصی شعلہ صفت بات کہی اُس نے۔ویسے انوشہ اسکی بات کچھ اتنی غلط بھی نہیں تھی۔بھئی دیکھوناں وہ" کیوں بلاوجہ اس پرائے بوجھ کو ڈھوتا پھرے۔"تم توبالکل چپ رہو۔میں دیکھ رہی ہوں کہ میرے ساتھ ہمدردی

کرنے کی بجائے تم مسلسل اسکی طرف داری کیے جا رہی ہو۔ میں یعنی انوشہ رحمٰن اسے فضول کی ذمہ داری نظر آتی ہوں۔ میرے باپ کے آفس میں کام کرتا ہے، ہمارا کھاتا ہے اور ہمیں ہی آنکھیں دکھاتا ہے۔ میں تو اسکی آنکھیں نکال لوں گی۔ سر پھاڑ دوں گی۔ "انوشہ نے دانت کچکچائے۔ "یہ کام اسی وقت کرنا تھا ناں، اب یہ سب کرنے کے لیے تو تمھیں ایک دفعہ پھر اس سے لفٹ مانگی ہوگی۔ "میں مانگتی کچھ نہیں ہوں چھین لیتی ہوں۔ "انوشہ نے کچھ تکبرانہ انداز میں کہا۔ "اس کو بھی چھین لوگی کیا؟"ہاں چھین لوں گی۔ کل سے وہ میری ڈراوری کرے گا۔ "سوچ لو، کہیں وہ پھر سے انکار نہ کردے کیونکہ وہ مجھے اتنی آسانی سے تمھاری ڈرائیوری کرنے والا لگ نہیں رہا۔ "اب اس نے انکار کیا تو نوکری سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ "ہو سکتا ہے وہ ایسا ہی کر گزرے۔ "وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گا کیونکہ ڈیڈی اسے بہت چارمنگ سیلری دیتے ہیں۔ " کتنی؟"تانیہ نے کریدا۔ یہ تو مجھے نہیں پتا لیکن جس طرح وہ ڈیڈی کے ساتھ انکے بزنس میں انوالو ہے، اس سے مجھے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ڈیڈی اسے ضرور ٹھیک ٹھاک پیسے دیتے ہوں گے۔ اتنی اچھی نوکری کو ٹھکرائے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا کیونکہ اچھی نوکری ویسے بھی آسانی سے نہیں ملتی ہے۔ "انوشہ اپنی منصوبہ بندی پر خوش ہوگی۔

ڈیڈی مجھے ایک ڈرائیور کی ضرورت ہے۔ "دوسرے دن اس نے ڈیڈی کے سامنے اپنا مسئلہ رکھ دیا۔ "بیٹا میں نے تو" پہلے بھی آپ سے کہا تھا لیکن آپ نے کہا میں خود ڈرائیو کروں گی تو میں خاموش ہو گیا۔ اب اگر تمھیں ڈرائیور کی ضرورت ہے تو میں بندوبست کر دوں گا۔ "ڈیڈی بندوبست تو میں نے کر لیا ہے، بس آپ اس سے بات کر کے کل صبح گھر آنے کا کہہ دیجئے گا۔ "بیٹا جب تم نے اسے دیکھ لیا ہے تو گھر پر بھی بلا لیتیں۔ "ڈیڈی! میں نے صرف اسے دیکھا ہی دیکھا ہے، اس سلسلے میں اس سے کوئی بات نہیں کی ہے، بات آپکو ہی کرنی ہے۔ "اوکے میں بات کر لوں گا بتاؤ کون ہے وہ؟دلنواز۔" اس نے سکون سے نام بتایا۔

کک، کون؟" وہ حیرت سے ہکلائے۔"
وہی ہمارا ملازم جو آپ کے دفتر میں کام کرتا ہے۔" انوشہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔"
اوہ نو۔ نو بیٹا! تم غلط سمجھی ہو۔ دلنواز ایسا آدمی نہیں ہے، یہ اس کے کرنے کا کام نہیں ہے، تم نے "
اس کے بارے میں سوچا بھی کیسے؟" بیٹی کی بات پر وہ خاصے حیران ہوئے۔
او کم آن ڈیڈی۔ آپ بلاوجہ چھوٹے چھوٹے ملازموں کو ایسا ویسا بنا دیتے ہیں۔" انوشہ نے ناگواری "
سے کہا۔
"بہرحال تم فکر مت کرو تمہارے لیے چند دنوں میں ڈرائیور کا بندوبست ہو جائے گا۔"
"لیکن ڈیڈی مجھے فوری طور پر ڈرائیور چاہیے، صبح اتنا رش ہوتا ہے کہ مجھ سے ڈرائیونگ نہیں ہوتی۔"
"ٹھیک ہے جب تک ڈرائیور کا بندوبست نہیں ہو جاتا میں دلنواز سے درخواست کروں گا۔"
"وہاٹ۔ درخواست، اس معمولی آدمی سے آپ درخواست کریں گے۔ اسے تو آپ آرڈر دیجیے آرڈر۔"
نہیں بیٹا، تم نہیں سمجھتی ہو، ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ کہتے ہوئے اٹھ گئے تو انوشہ عجیب سے انداز میں "
ان کی پشت تکنے لگی۔
"پتہ نہیں ڈیڈی کو کیا ہو گیا ہے؟ ایک عام سے آدمی کو انوکھی مخلوق بنا دیا ہے۔"
ہو سکتا ہے وہ انوکھا ہی ہو۔" تانیہ نے پیر ہلاتے ہوئے کہا۔"
سارا انوکھا پن نکال دوں گی اس کا۔ ہیرو سے زیرو نہ بنا دیا تو میرا بھی نام انوشہ نہیں۔" وہ معنی "
خیزی سے مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔
انوشہ ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ فون کی بیل بج اٹھی۔

"ہیلو۔" اس نے نہایت بیزاری سے کہا۔
"مجھے مس انوشہ رحمٰن سے بات کرنی ہے۔" بھاری سی آواز اور سنجیدہ لہجے کے ساتھ کہا گیا۔
"آپ کو اور کوئی ٹائم نہیں ملا تھا انوشہ سے بات کرنے کے لیے۔"
"کیوں محترمہ، اس ٹائم میں کیا خرابی ہے؟"
"اس وقت میں ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھ رہی تھی، آپ کی وجہ سے میرا سارا پروگرام غارت ہو گیا۔"
"دیکھیے محترمہ، آپ کے پاس تو اتنا بے کار وقت ہے کہ آپ ٹی وی پر فضول پروگرام دیکھ سکتی ہیں۔ میرے پاس اتنا بھی نہیں ہے کہ آپ کو فون کر سکوں۔ بڑی مشکل سے ٹائم نکال کر اس وقت آپ سے بات کر رہا ہوں۔"
"تو نہ کرتے، میں نے مجبور تو نہیں کیا تھا۔" وہ تنک کے بولی۔ انوشہ اسے پہچان چکی تھی۔
"آپ مجھے مجبور کر بھی نہیں سکتی ہیں۔ یہ تو رحمٰن صاحب سے تعلقات کا خیال کرتے ہوئے میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے کچھ دن تک آپ کو یونیورسٹی پک اینڈ ڈراپ کرنے کے لیے کہا تھا۔ کل صبح میں ٹھیک آٹھ بجے آؤں گا۔ دو دفعہ ہارن بجاؤں گا پھر دو منٹ تک آپ کا انتظار کروں گا اس دوران آپ گھر سے باہر نکلیں تو ٹھیک ورنہ کسی اور سواری کا بندوبست کر کے چلی جائیے گا۔" پھر انوشہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کھٹاک سے فون بند کر دیا گیا۔
"احمق، خود کو بڑا افلاطون سمجھتا ہے۔ ساری افلاطونی کل ہی نکال دوں گی۔"
"لیکن یہ تو بتاؤ کہ تھا کون؟" تانیہ کو کچھ کچھ اندازہ تو ہو ہی گیا تھا۔
"ارے وہی ارسطو کی اولاد افلاطون۔" اس نے دانت پیس کے کہا۔

لیکن جہاں تک میرے علم میں ہے ارسطو اور افلاطون تو استاد شاگرد تھے۔" تانیہ کے کہنے پر انوشہ "
اسے گھورنے لگی۔

"بہت بُری عادت ہے تمہاری، فوراً بال کی کھال نکال نکالنے لگتی ہو۔"

صبح انوشہ سکون سے ناشتہ کر رہی تھی۔

"انوشہ جلدی کرو۔ دلنواز بھائی آتے ہی ہوں گے۔"

ہوں۔ آنے دو۔ کم سے کم آدھا گھنٹہ انتظار کراؤں گی۔ محترم کو دماغ درست کرنے کا ڈوز تو میں "
'آج ہی دے دوں گی۔

تم آدھے گھنٹے کی بات کر رہی ہو، یعنی تیس منٹ اور وہ مجھے آدھا منٹ یعنی تیس سیکنڈ رکتے "
ہوئے بھی نظر نہیں آ رہے۔ تم شاید بھول گئیں تو میں یاد دلا دیتی ہوں کہ انہوں نے دو منٹ رکنے اور دو ہارن بجانے کے لیے کہا تھا۔ اوہ دیکھو۔ ہارن بجا ہے شاید دلنواز بھائی آ گئے ہیں۔ میں دیکھتی ہوں تم فوراً آ جاؤ۔" تانیہ نے جلدی سے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تو انوشہ نے اسی تیزی
"سے اس کا ہاتھ پکڑ کے دوبارہ کرسی پہ دھکیل دیا۔ "ابھی اس اکڑو کو انتظار کرنے دو۔

نہایت اطمینان سے ناشتہ کر کے جب پندرہ منٹ وہ تانیہ کے ہمراہ شان سے گردن اکڑائے تکبر سے باہر نکلی تو گاڑی تو دور کی بات اب اس کی دھول بھی ہوا میں تحلیل ہو چکی تھی۔ سارا تکبر جھنجلاہٹ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ تانیہ نے اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لیے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

دلنواز صاحب یہاں آئے تھے؟" اس نے غصے سے بپھرے ہوئے انداز میں چوکیدار سے پوچھا۔"

"جی وہ آئے تھے اور دو تین منٹ ٹھہر کے چلے گئے۔"

وہ غصے سے پیر پٹختی ہوئی اندر آ گئی۔

ماں کے انتقال کے بعد وہ بہت ضدی اور خودسر ہو گئی تھی اور پھر باپ کے لاڈ پیار اور بے تحاشا دولت نے اسے بگاڑنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

پندرہ برس پہلے ایک فضائی حادثے میں انوشہ کی ماں اور تانیہ کے والدین حج سے واپس پر ختم ہو گئے۔ تانیہ اس کی پھوپھو کی بیٹی تھی والدین کی وفات کے بعد وہ اکلوتے ماموں کے گھر آ گئی۔ رحمٰن بیگ نے اس میں اور اپنی بیٹی میں کوئی فرق نہیں کیا۔ ان دونوں میں بھی بالکل سگی بہنوں جیسی ہی محبت تھی۔ ایک ہی ماحول میں رہ کے تانیہ بالکل نہیں بگڑی جب کہ انوشہ بگڑتی چلی گئی۔ کوئی بات اس کے مزاج کے خلاف ہو جاتی تو وہ بالکل زخمی شیرنی بن جاتی تھی۔ وہ ہر کام اپنے مزاج اور مرضی کے مطابق چاہتی تھی۔

دلنواز خان نے میری بے عزتی کی ہے، اس کا بدلہ میں اس سے ضرور لوں گی۔" اس نے تیزی " سے ٹہلتے ہوئے کہا۔

"بالکل بالکل ضرور لینا لیکن لو گی کیسے؟"

"اس کے ساتھ شادی کر کے۔"

چائے پیتے ہوئے تانیہ کو بری طرح پھندا لگ گیا۔

لیکن اس کے ساتھ کس کی شادی کر کے۔" کچھ دیر کھانسنے کے بعد وہ بمشکل بول پائی۔"

تمہاری شادی کر کے۔" انوشہ نے جل کے کہا۔"

لیکن میں دو دو شادیاں کیسے کر سکتی ہوں۔" تانیہ نے حیرت سے آنکھیں نکالیں۔"تم تو جانتی ہو کہ "

"میرا نکاح ہو چکا ہے۔

"جب تم جانتی ہو کہ تمہاری شادی اس کے ساتھ نہیں ہو سکتی تو پھر تم نے پوچھا کیوں؟"
"ارے بھائی میں نے کوئی اپنے لیے تو نہیں پوچھا ہے ناں۔ویسے کوئی لڑکی ہے تمہاری نظر میں؟"
میں خود ہوں۔" اس نے ٹھوس انداز میں کہا۔"
"تم؟" تانیہ کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔"تمہارے خیال میں وہ تم سے شادی کر لیں گے۔"
کیا۔کیا۔تم ہوش میں تو ہو۔" وہ تانیہ کے اوپر چیخ پڑی۔"تم نے یہ بات کہی بھی کیسے۔مجھ سے "
شادی کرنے کے لیے ایک ہزار لڑکے پاگل ہوئے پھرتے ہیں۔میں کروڑپتی باپ کی اکلوتی اولاد
"ہوں، بھلا اس کی جرات ہو سکتی ہے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرنے کی۔
"تم پارہ صفت اور وہ نرم مزاج۔تمہارا ان سے نبھا ہو جائے گا؟"
میں اس کے ساتھ نبھا کرنے کے لیے نہیں اس کو ذبح کرنے کے لیے شادی کر رہی ہوں۔" وہ "
جلبلا کے بولی۔
خاصا بگڑا ہوا بکرا ہے، اتنی آسانی سے نہیں کٹے گا۔" تانیہ نے اسے ہوشیار کیا۔"
"دولت کی تلوار بہت تیز ہوتی ہے، اچھے اچھوں کو کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔"
وہ دیکھنے میں ایسا لالچی اور کمزور آدمی نہیں لگتا ہے، بہرحال تم ٹرائی کر کے دیکھ لو۔وہ خاصا دبنگ "
"اور غوددار قسم کا مرد ہے۔
تو تمہارے خیال میں، میں خوددار نہیں ہوں۔" وہ چڑ کے بولی۔"
پتہ نہیں۔" تانیہ نے کندھے اچکا کے سکون سے کہا تو اس نے تانیہ کے اوپر مکوں کی برسات کر "
دی۔

جب تم پہلے سے جانتی ہو کہ تمہارا ان کے ساتھ گزارا نہیں ہو سکتا ہے تو پھر تم یہ شادی کیوں کرنا "
"چاہتی ہو؟
"بتایا تو ہے اس سے بدلہ لینے کے لیے کر رہی ہوں۔"
"لیکن ساری زندگی تو بدلہ نہیں لیا جا سکتا ناں اور پھر بدلہ لینے کے بعد تم کیا کرو گی؟"
"علیحدگی۔"
کیا؟ اس نے مزے سے کہا تو تانیہ دھک سے رہ گئی۔"اور اگر انہوں نے تمہیں نہیں چھوڑا "
"پھر؟
اس سے تو علیحدگی میں مانگوں بھی نہیں۔میں تو کورٹ کے ذریعے خلع لوں گی۔ایسے تو اسے میں بھی
"نہیں چھوڑوں گی۔اپنی بے عزتی کا ٹھیک ٹھاک بدلہ لے کے چھوڑوں گی۔
بس بس بہت ہو گئی ڈرامائی منصوبہ بندیاں۔زندگی کوئی ڈرامہ نہیں ہے،یہ جیتی جاگتی حقیقت "
ہے۔تمہیں ان کے ساتھ اس قسم کا بدلہ لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔وہ اگر انکل کے ملازم ہیں تو ان کا کام کر کے تنخواہ لیتے ہیں۔دنیا میں سب اسی طرح ایک دوسرے کے پاس کام کر کے اپنا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔تم تو ان کے بارے میں ایسے بات کرتی ہو جیسے وہ تمہارے زر خرید غلام ہیں اگر انہوں نے تمہیں اپنے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا تو یہ ان کی مجبوری بھی ہو سکتی ہے اور ویسے بھی تمہارا کوئی کام کرنا ان کی ڈیوٹی اور ذمہ داری نہیں ہے۔"تانیہ نے اسے اچھا خاصا ڈپٹ دیا۔
وہ میرے باپ کے آفس میں کام کرتا ہے اس لحاظ سے وہ میرا بھی ملازم ہے۔"وہ فون کرنے "
بیٹھ گئی۔
"کسے فون کر رہی ہو؟ "

تمہارے دلنواز بھیا کو۔"انوشہ نے دانت پیس کے کہا۔"

ابھی تو تم اتنا برا بھلا کہہ رہی تھی،پھر انہیں فون کیوں کر رہی ہو؟"تانیہ حیران ہوئی۔"

میں نے انہیں بھلا نہیں صرف برا ہی برا کہاہےاور فون کیوں کر رہی ہو تم خود ہی دیکھ لو۔

"ہیلو دلنواز صاحب کیسے ہیں آپ؟"

"ویری ویل۔آپ سنائیے کیسے زحمت کی؟"

جب سے آپ ہمارے آفس میں آئے ہیں ہم نے تو آپ کو چائے کافی پر مدعو ہی نہیں کیا،آج "

"شام کو آپ ہمارے ساتھ چائے پیئں ناں۔

اگلے ہفتے تک تو میں بہت مصروف ہوں اور پھر یہ چائے کافی کی فارمیلٹی کی کیا ضرورت "

"ہے؟میں ایسے ہی کسی دن آ جاؤ گا۔

دیکھیے پھر میرے سمسٹرز شروع ہو جائیں گے۔آپ ٹائم نکال کر آج ہی آ جائیےناں اور پھر ہم "

"آپ کے لیے خاص تیاری بھی کر چکے ہیں لہٰذااب انکار نہیں چلے گاآپ کو آنا ہی ہو گا۔

"اوکے۔میں آ جاؤں گا۔"

تھنکس۔" کہہ کہ انوشہ نے خوش دلی سے ریسور رکھ دیا۔"

"کون سی تیاری کی ہے آپ نے،ذرا میں بھی تو سنوں۔"

"ارے تیاری میں کتنی دیر لگتی ہے سب کچھ بازار سے منگوالیں گےبس ہو گئی تیاری۔"

شام کو انوشہ بڑے نک سک سے تیار ہو کے دلنوازخان کا انتظار کرنے لگی۔شام سے رات ہو گئی لیکن اس کا کہیں پتا نہیں تھا۔وہ تو سلگ کے چنگاری بن گئی۔

یہ شخص میرے لیے چیلنج بنتا جا رہا ہے۔"اس نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا۔"

میرے خیال سے تو بن گیا ہے۔"تانیہ نے سکون سے کہا۔"
میں اس کو چھوڑوں گی نہیں۔"اس نے ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ کا مُکامارتے ہوئے کہا۔"
"لیکن تم کہہ رہی تھیں کہ میں چھوڑ دوں گی۔"
"اوہ۔وہ میں نے شادی کرنے کے بعد کہا تھا۔"
سیاں سیانے ہیں میں کیا کروں۔"تانیہ نے مزے لیتے ہوئے لہک لہک کے کہا تو وہ بری طرح "
سے چڑ گئی۔
شٹ اپ۔بند کرو تم اپنی یہ راگنی۔"وہ چیختی اور پیر پٹختی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ "
اگلے دن جلتی بھنتی وہ آفس پہنچ گئی۔دلنواز کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔آف وہائٹ پینٹ اور
چاکلیٹ براؤن شرٹ میں وہ بڑا چارمنگ لگ رہا تھا۔"میں آپ سے پھر بات کروں گا۔"انوشہ کو
"دیکھتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔"پلیز تشریف رکھیے۔کہیے کیسے تشریف لانا ہوا؟
کل آپ کیوں نہیں آئے؟"خاصے بگڑے ہوئے موڈ کے ساتھ پوچھا گیا۔ "
تو آپ شکایت کرنے آئی ہیں؟"اس نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔"
کیا مجھے شکایت کرنی چاہیے۔" اس نے اپنے موڈ کو نارمل کرتے ہوئے پوچھا۔ذرا سی بھی تیزی یا "
تلخی دیکھا کےوہ اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔وہ بڑی ٹیڑھی کھیر تھااس لیے وہ بھی اسے ٹرک سے ہی
قابو کرنا چاہتی تھی۔
بالکل کرنی چاہیے۔آپ کو شکایت کا حق ہے لیکن ایسا بداخلاق میں بھی نہیں ہوں۔دراصل کل "
اچانک ایک بہت اہم بزنس میٹنگ میں جانا پڑ گیا۔میں نے آپ کے گھر کل شام کو تین مرتبہ فون
"کیا غالباً آپ کا فون خراب تھا۔

اس کے کہنے سے انوشہ کو بھی خیال آیا کہ کل دوپہر سے فون ڈیڈ تھا اور آج صبح ہی ٹھیک ہوا ہے۔

"آپ نہ آنے کے بارے میں ڈیڈی کے موبائل پر بھی بتا سکتے تھے۔"

"بلایا آپ نے تھا اور میں انہیں انکار کرتا،یہ مجھے کچھ اچھا نہیں لگا۔بہرحال۔آئی ایم ویری سوری۔"

ایسے نہیں آپ پر فائن لگے گا۔"انوشہ کا موڈبہتر ہوا تو لہجہ بھی خوشگوار ہو گیا۔"

وہ کیا؟"اس نے گہری سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔"

"وہ یہ کہ آج آپ لنچ میرے ساتھ کریں گے۔"

کروں گا یا کراؤں گا۔"وہ ایک دفعہ پھر اس کی گہری نظروں کی زد میں تھی۔ "

یقیناً کرائیں گے۔"انوشہ نے پر اعتماداانداز میں کہا۔"

نو۔"نہایت سختی سے انکار ہوا تو وہ چونک پڑی۔"میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے۔میں غیر لڑکیوں " کو لنچ یا ڈنر نہیں کراتا ہوں اور براہ کرم آپ آئندہ میرے آفس میں مت آئیے گا آپ کا اس "طرح اتنی آزادی سے میرے آفس میں آنا مجھے پسند نہیں ہے۔

اپنی اتنی شدید تضحیک پر وہ جل کے آگ کا گولا بن گئی۔غصے کے مارے دماغ کھوپڑی میں گھومنے لگا۔اس کو دلنواز کی طرف سے ایسی بیباکی کی امید ہرگز نہیں تھی۔

میں تو آفس میں آتی رہتی ہوں۔"اس نے فوراً لہجے کو خوشگوار اور چہرے کے تاثرات نارمل " کرتے ہوئے اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی جیسے اس کی باتوں کی اہمیت ہی نہیں ہے ورنہ دل تو اس وقت اس شیطان کا منہ نوچ لینے کو چاہ رہا تھا۔وہ اس پر اپنی بےعزتی ظاہر کر کے اسے برتر اور خود کو کم تر ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"میں اپ کو آنے سے نہیں روکو گالیکن آپ آئندہ میرے پاس مت آئیے گا۔"

اوکے اگر آپ کو اچھا نہیں لگا تو میں آئندہ آپ کے کیبن میں نہیں آؤں گی۔"انوشہ نے کندھے " اچکاتے ہوئے زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجا کے کہا۔جب کہ اپنی ہتک کے احساس سے اس کے اندر شرارے سے بھر گئے تھے۔اس بدماغ کی زبان نے چھری بن کے اس کی رگوں تک کو کاٹ ڈالا تھا۔

ٹھیک ہے میں چلتی ہوں لیکن آپ گھر ضرور آئیے گا۔"اس نے اپنے لہجے میں خوشگواری پیدا " کرتے ہوئے کہا اور کھڑی ہو گئی۔

"اچھی بات ہے۔میں کسی دن حاضر ہو جاؤں گا۔"

انوشہ نے اپنے اوپر گزرنے والی کیفیت دلنوازخان پر بالکل ظاہر نہیں ہونے دی اور وہ ایک زبردست پلان سوچ کے وہاں سے چلی آئی۔

تانیہ کا میاں امریکہ سے آیا تو اس کے گھر والوں نے رخصتی کا تقاضا شروع کر دیا۔

رحمٰن صاحب نے جلدی جلدی سارے انتظامات کیے اور تانیہ کی شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

شادی والے دن انوشہ کی سج دھج ہی نرالی تھی۔گولڈن تنگ پاجامہ سوٹ پر بڑا سا گولڈن کامدار دوپٹہ لیے وہ کوئی شہزادی لگ رہی تھی۔

ارے انوشہ!آج تم ہمیں کسی خاص شخصیت سے ملوا کے کوئی سرپرائز دینا چاہتی تھی۔"اس کی " فرینڈز نے کہا۔۔

ہاں آؤ میرے ساتھ۔"وہ اپنی چاروں فرینڈز کو مردوں والی سائیڈ پر لے آئی۔"

"ان سے ملو،یہ ہیں میرے شوہر دلنوازخان۔"

دلنواز اپنے کچھ دوستوں اور آفس کولیگز کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا کہ اچانک اس شعلہ صفت نے بھرے پنڈال میں اس کے سر پر بم پھوڑکے اس کے وجود کے پرخچے اڑا دیے۔وہ بھک سے رہ گیا۔وہ خوبصورت بلا تو شیطانی دھماکا کر کے چلتی بنی اور ادھر دلنوازخان اپنی جگہ پتھر کا ہو گیا۔کچھ دیر کے لیے تو اس کے حواس ہی مختل ہو گئے۔ابھی چند لمحے پیشتر کیا ہوا،کیوں ہوا۔اس کا دماغ جیسے سوچ ہی نہیں پا رہا تھا۔۔

جب سب نے مبارکباد دینا شروع کی تو ایک جھٹکے سے وہ ہوش میں آیا۔

ارے یار تم تو بڑے گرو نکلے۔لوگ شادی کرکے حیران کرتے ہیں تم نے چھپا کے حیران کر " "دیا۔

اس قسم کے شوخ جملے اس کے کانوں میں زہر ٹپکاتے رہے۔اس کا سارا وجود غصے اور شرمندگی کے مارے ٹھنڈے پسینوں میں بہہ گیا۔اس کے ہونٹ آپس میں ایسے جڑ گئے تھے کہ باوجود کوشش کے بولنے کے لیے نہ کھل پا رہے تھےاور نہ مسکراہٹ کےلیے پھیل رہے تھے۔اس وقت اس کے لیے اپنے وجود کو زمین پر کھڑا کرنا دوبھر ہوا جا رہا تھا۔اس نے کسی کے سامنے کوئی صفائی پیش نہیں کی کہ کہیں وہ قاتل حسینہ سب کے سامنے پھر کوئی دلفریب سا شوشہ نہ چھوڑ دے۔کچھ اس سانحے کو سمجھنے کے بعد وہ سب سے معذرت کرکے وہاں سے کھسک گیا۔

پتہ نہیں کیسےڈرائیو کرکے وہ گھر پہنچا،کئی دفعہ گاڑی ٹکراتے ٹکراتے بچی۔گھر آتے ہی اس نے فریج کھول کے کھڑے کھڑے ہی ٹھنڈے ٹھار پانی کی بوتل منہ سے لگا لی۔۔

لیکن اندر لگی ہوئی آگ پھر بھی نہیں بجھی۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ بالشت بھر کی لڑکی اس سے اس بری طرح بدلہ لے گی۔اس کے ہوش و حواس ابھی تک ٹھکانے نہیں آئے تھے۔دماغ سے بگولے اٹھ رہے تھے۔

آفس اور دوستوں میں کام اور کردار کے لحاظ سے اس کی بڑی اچھی ریپوٹیشن تھی۔کل ہی سب اسے شادی کے لیے کہہ رہے تھے اور وہ ہنس کے ٹالتا رہا اور آج اس چھٹانک بھر کی لڑکی نے ایک ہی پل میں اس کی برسوں کی بنائی ہوئی ساکھ کو راکھ کر دیا۔

رات اس نے بڑی اذیتوں میں انگاروں پر لوٹ کے گزاری۔دوسرے دن صبح نو بجے وہ رحمٰن صاحب کے گھر پہنچ گیا۔

صاحب گھر پر ہیں؟" اس نے گیٹ پر کھڑے چوکیدار سے دریافت کیا۔"

نہیں جی۔صاحب تو آفس جا چکے ہیں۔" چوکیدار کے جواب نے اس کی تسلی کر دی۔وہ جان بوجھ " کے ایسے ہی ٹائم پر آیا تھا کہ رحمٰن صاحب آفس چلے گئے ہوں۔

انوشہ بی بی ہیں۔" اس قاتلہ کا نام لیتے ہوئے اسے ایسے لگا کہ جیسے زبان پر انگارہ آ گیا ہو۔"

"جی صاحب۔بی بی تو ابھی سو رہی ہیں۔"

ٹھیک ہے۔مجھے ان سے ہی کام ہے، میں دیکھ لیتا ہوں۔" وہ جلدی سے اندر آ گیا۔اس کے " کمرے کا دروازہ بند تھا۔وہ آہستگی سے کھول کے اندر آ گیا۔

وہ دل ربا اس کے ہوش اڑا کے خود یہاں مدہوش پڑی تھی۔اس کی نیند چھین کے خود مزے سے اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔وہ دلنواز خان کا سکون لوٹ کر بڑے سکون سے پڑی تھی۔دلنواز کا جی چاہا

اس ظالم حسینہ کا بیڈ الٹ دے، اس کا قاتل وجود دیکھ کے دلنواز کے بدن میں چنگاریا سی بھر گیئں۔

وہ آہتگی سے آ کے اس کے سرہانے بیٹھ گیا۔دل تو چاہا کہ ابھی ہاتھ کھینچ کر اسے زمین پر پٹخ دے۔

اس نے دھیرے سے اس کے نرم بالوں پر ہاتھ پھیرا تو اس نے کسمسا کے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھا اور پھر دوبارہ آنکھیں موندھ لیں لیکن پھر چنف لمحوں بعد اس نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو حیرت اور پریشانی کے مارے کھلتی ہی چلی گیئں۔

دلنواز خان اس ے سرہانے بیٹھا بڑی بیباکی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ہڑ بڑا کر چیننچ مار کر اچھل کے بیٹھ گئی۔"آ۔آپ۔آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" دہشت اور حیرت کے مارے اس کے ہوش اڑے جا رہے تھے۔

فی الحال تو کچھ نہیں کر رہا ہوں۔" دلنواز خان نے بظاہر بہت ہی اطمینان سے کہا لیکن اندر کا " اطیمنان غارت تھا اس وقت اس کے دل میں چھریاں سی چل رہی تھیں۔

آپ میرے بیڈ روم میں بغیر اجازت آئے کیسے؟" انوشہ نے کپکپائے ہوئے لہجے میں تیزی سے " پوچھا،

آئی ایم یور ہسبینڈ موئی سویٹ ہارٹ۔بیوی کے پاس آنے کے لیے کسی بھی اجازت کی ضرورت نہیں " "ہوتی۔

"کیا بکواس کر رہے ہیں آپ؟ آپ کی جرأت کیسے ہوئی یہ سب کہنے کی؟" انوشہ نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ جیسے دو ٹکے کے آدمی کے ساتھ شادی کروں گی جو ہمارے ٹکڑوں پر پل رہا ہے اور میرے باپ کے آفس میں ایک معمولی ملازم ہے۔"

"چٹاخ، چٹاخ۔" پے درپے کئی زناٹے دار تھپڑوں نے انوشہ کا وجود ہلا کے رکھ دیا۔

"بکواس یہ نہیں ہے، بکواس وہ ہے جو رات تم نے مجھے اپنا شوہر بنا کے کی تھی۔ تم نے مجھے اتنے لوگوں کے سامنے اپنا شوہر کہنے کی جرأت کی، میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ کیوں اور کیسے تم نے یہ جرأت کی بلکہ میں تمہیں اس جرأت کی داد دیتا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں اپنی بیوی بنا لوں گا اور تم نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں تم جیسی بگڑی ہوئی غیر ذمہ دار اور لا ابالی لڑکی کو اپنی بیوی بنا لوں گا اور جہاں تک دو ٹکے کے آدمی کی بات ہے تو یہ بھی سن لو کہ میں تمہارے باپ کا ملازم نہیں ہوں، وہ میرے ملازم ہیں۔ میں ان کے آفس میں کام نہیں کرتا بلکہ وہ میرے آفس میں کام کرتے ہیں۔"

انوشہ ساکت اور سن بیٹھی ہوئی تھی، اس انکشاف نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔

"بزنس میں نقصان ہو جانے کے باعث تمہارا باپ بالکل کنگال اور قلاش ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ ان کا یہ گھر جس میں تم رہ رہی ہو اب ان کا نہیں رہا اسے بھی میں خرید چکا ہوں۔"

وہ شاکڈ سی کیفیت میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے انکشافات نے دماغ سن اور زبان گنگ کر دی۔

"میں یہ سب تم پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن تم نے ایسے حالات پیدا کر کے مجھے حقیقت بتانے پر مجبور کر دیا۔" دلنواز نے انگلی اٹھا کر کہا اور اس پری وش کو پرے دھکیل کر زمین روندتا ہوا کمرے سے نکل گیا اور وہ جو اسے اپنا ملازم سمجھ کر بڑے کروفر سے اس کا دماغ درست کرنے

چلی تھی وہ شہزادوں جیسی آن بان والا آندھی طوفان کی طرح آیا اور چند لمحوں میں اس پر حیرت انگیز اور دردناک حقیقتیں عیاں کر کے، الٹا اس کا دماغ ٹھکانے لگا کر اس کے وجود کے پرخچے اڑا کے چلا گیا۔

وہ جو اسے ذرہ سمجھ کے خود آفتاب بنے بیٹھی تھی۔اصل میں تو خود ذرہ تھی، کتنی غافل تھی وہ اپنی اصلیت سے۔خود چراغ ہو کے سورج سے مقابلہ پر آ گئی تھی۔ کتنی مدہوش تھی وہ پرائے تعیش پہ۔ اس کا لہو لہو وجود بستر پر ڈھے گیا۔

ڈیڈی! آپ نے مجھ سے کیوں یہ سب کچھ چھپایا۔ آخر کیوں؟" رات کو وہ ڈیڈی کے کمرے میں ان " سے باز پرس کر رہی تھی۔

بیٹا! یہ بزنس کے معاملات تھے تمہیں بتا کے میں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ہاں گھر بیچنے کا ذکر " "میں تم سے ضرور کرنا چاہتا تھا۔لیکن وہ بھی تمہیں پتہ چل ہی گیا۔

تانیہ کے ولیمے میں بھی وہ نہیں جا سکی ڈیڈی ہی چلے گئے۔

"میں جس کی ہستی کو خاک میں ملانے چلی تھی اس کی نظروں میں تو میں پہلے ہی خاک تھی۔"

یہ کیا ہو گیا؟ یہ سب کیوں اور کیسے ہو گیا؟" کہہ کر وہ ہر روز اپنی ذلت اور اپنے موجودہ حالات " پر کڑھتی رہتی تھی پھر اس نے دلنواز سے معافی مانگنے کا فیصلہ کر لیا۔ڈرتے ڈرتے کئی دفعہ آفس فون کیا، ہر دفعہ وہ مصروف تھا، بات نہیں ہو سکی۔

چند ہی دنوں میں وہ مست ہوا سے گلیوں کی دھول بن گئی۔اسی طرح کچھ اور دن بے کلی اور بے چینی میں گزر گئے اور پھر انہی گزرتے دنوں میں ایک اور پریشانی آ کھڑی ہوئی۔ڈیڈی کو ہارٹ اٹیک ہو گیا۔ڈاکٹرز نے فوری طور پر بائی پاس کرنے کا فیصلہ کیا۔چند دنوں میں ان کا اپریشن ہو

گیا لیکن وہ ری کور نہیں کر سکے، صرف پندرہ دنوں میں چٹ پٹ ہو گئے۔سب سرمایہ ختم ہونے کے بعد بھی اسے ڈیڈی کا سہارا تھا لیکن اب ان کے ختم ہونے کے بعد تو سب کچھ ختم ہو گیا۔

اس نے پتہ نہیں خود کو کیسے سنبھالا اور سمجھایا۔چند ہی دنوں میں کمزور ہو کے بیمار پڑ گئی۔ کھانا پینا تو برائے نام رہ گیا تھا۔اسے ڈرپ لگانی پڑ گئی۔دلنواز نے ڈرپ لگانے کا بندوبست گھر پر ہی کر دیا تھا۔وہ اس کے آگے اتنی مجبور اور بے بس تھی کہ اسے کسی کام سے منع بھی نہیں کر سکتی تھی۔اب کیا ہو گا، کا سوالیہ نشان ہر وقت نگاہوں کے آگے ناچتا رہتا تھا۔

تانیہ اسے روز فون کر کے اس کی خیریت دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ اسے تسلیاں بھی دیتی تھی۔ اس سے باتیں کر کے وقتی طور پر دل بہل جاتا تھا لیکن پھر اپنا فیوچر سوچ کر اس پر لرزہ طاری ہونے لگتا۔

دلنواز خان ہفتے میں دو تین چکر لگایا کرتا تھا اور فون تو وہ روزانہ ہی کرتا تھا۔

اس دن انوشہ نے فون کیا تو دلنواز نے ہی ریسیو کیا۔اس کی بھاری اور بارعب آواز سن کے دھڑکنیں ایک دم تیز ہو گئیں۔بات کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی اس نے فوراً بند کر دیا۔کچھ دیر کے بعد پھر اس نے یہی حرکت کی اور فون کے پاس سے ہٹ گئی۔تقریباً دس منٹ کے بعد بیل بجی تو اس نے ریسیور اٹھا کر کانوں سے لگایا۔

جب بات نہیں کرنی ہے تو آپ فون کیوں کر رہی ہیں اور جب کر رہی ہیں تو کاٹ کیوں رہی "
"ہیں۔

اپنی چوری پکڑے جانے پر وہ دھک سے رہ گئی۔فون کرتے وقت یہ بات اس کے ذہن سے نکل ہی گئی تھی کہ دلنواز کے فون میں اس کا نمبر آ گیا ہو گا اور اس نے خود بھی اس وقت دلنواز کا نمبر دیکھے بغیر ہی فون اٹھا لیا تھا اگر دیکھ لیتی تو ہرگز نہ اٹھاتی۔

میں آپ ست معذرت کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے ٹھنڈی اور مری آواز میں کہا۔"

کس بات کی معذرت؟" دلنواز کو اندازہ تو ہو گیا تھا لیکن اس سے سننا چاہتا تھا۔"

"اس دن تانیہ کی شادی میں، میں نے جو کیا، شاید وہ مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

شاید نہیں بلکہ یقیناً نہیں کرنا چاہیے تھا اگر آپ وہ سب کچھ کرنے سے پہلے سوچ لیتیں تو اس وقت " معذرت کی ضرورت نہیں پڑتی۔اینی وے آئندہ اتنے بڑے معرکے کرنے سے پہلے سوچ ضرور لیجیے "گا۔

ایک تو وہ پہلے ہی شرمندہ تھی۔اس کی باتوں نے مزید شرمندہ کر دیا۔

گھر میں پورا دن وہ ایسے ہی بولائی چکرائی سی پھرتی رہتی تھی۔تانیہ سے بات کر کے دل بہل جاتا تھا۔پہلے جب یہ گھر اپنا تھا تو وہ کس خوشی اور سکون سے یہاں رہتی تھی۔ہر لمحہ دل اور ذہن میں ملکیت کا احساس رہتا تھا۔لیکن یہی ملکیت چھن جانا کا احساس کتنا ناتواں اور کمزور کر دیتا ہے۔ سر اٹھا کر جینے اور سر جھکا کر جینے میں کتنا فرق ہوتا ہے اور یہ فرق اسی وقت نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے جب آپ کا سر جھک جاتا ہے اور اب انوشہ رحمٰن کا بھی سر جھک چکا تھا، سارا طنطنہ نکل چکا تھا۔ملکیت کا نشہ اور احساس ختم ہو چکا تھا۔

اس دن دلنواز گھر آیا تو کچھ دیر ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد انوشہ اصل ٹاپک کی طرف آ گئی۔

"میں کہیں جاب کرنا چاہتی ہوں۔"

ویری ویل بہت اچھی بات ہے، کہاں جاب کرنا چاہتی ہیں؟" وہ کچھ حیرت اور عجیب سے انداز میں " اس کی طرف دیکھنے لگی۔نہ جانے کیوں دل کے کسی گوشے میں یہ آس، یہ امید تھی کہ وہ جاب کرنے سے منع کر دے گا لیکن وہ اس کی کیا لگتی تھی جو وہ منع کرتا۔اس] گلہ نے خوامخواہ ہی اسے دل میں بسا کے دل کے رشتے جوڑ لیے تھے۔بلاوجہ کا درد خرید لیا تھا۔پورے وجود میں درد کی ایک لہر سی دوڑ گئی آنکھوں میں دھواں سا بھر گیا۔

"میں کہیں بھی نوکری کر لوں گی، پڑھی لکھی ہوں جاب تو کہیں نہ کہیں مل ہی جائے گی۔"

"بالکل مل جائے گی آپ تو ویسے بھی خاصی بہادراور معرکہ آراقسم کی خاتون ہیں۔"

"اس واقعہ کو بھول نہیں سکتے جب کہ میں آپ سے اس پر معذرت بھی کر چکی ہوں۔"

"آپ کیا سمجھتی ہیں اتنی بڑی بات صرف ایک معذرت سے بھلائی جا سکتی ہے۔"

دلنواز نے تیزی سے کہا توانوشہ کٹ کے رہ گئی۔

انوشہ نے اب اس گھر سے جانے کا تہیہ کرلیا تھا۔وہ اب دلنواز کے مزیداحسانوں کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی اور پھر وہ ابھی تک اپنی توہین نہیں بھولا تھا۔معافی مانگنے کے بعد بھی اسکا دل صاف نہیں ہوا تھااس میں کہیں کچھ کسک باقی تھی۔وہی بے وقوف تھی جو اس سے دل کے رشتے جوڑ بیٹھی تھی۔دلنواز کے دل سے تو ابھی تک کدورت نہیں نکلی تھی۔

اس نے شدومد سے نوکری ڈھونڈناشروع کردی اور کئی جگہ ڈھونڈھنے کے بعدبالآخروہ کامیاب ہو گئی اور اس کے ساتھ رہنے کا بھی بندوبست ہوگیا۔انوشہ نے ایک بیگ میں اپنا سامان بھرا چوکیدار کو گھر کی چابیاں پکڑائیں کہ وہ دلنواز کو دے دے اور اس کے بہت پوچھنے اور روکنے کے باوجود اسے کچھ بھی بتائے بغیر گھر سے نکل گئی۔

بی بی گھر پر ہیں۔" حسبِ معمول آتے ہی دلنواز نے اس کی بابت دریافت کیا۔"
"نہیں صاحب۔بی بی تو گھر پر نہیں ہیں۔وہ تو گھر چھوڑ کے جا چکی ہیں۔"
کیا؟" دلنواز کا پورا وجود ہل گیا۔"کیا مطلب کہاں چلی گئی ہیں؟کچھ بتا کے نہیں گئی ہیں؟" دل نواز "
نے حیرت اور پریشانی سے پوچھا۔
"نہیں صاحب میں نے تو بہت پوچھا۔لیکن بی بی نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔"
تم نے جانے کیوں دیا ،اشرف۔تم انہیں روکتے تو سہی۔" اس نے بے بسی سے کہا۔"
صاحب! میں نے تو بہت روکا وہ نہیں رکیں،بلکہ وہ جاتے وقت گھر کی چابیاں آپ کو دینے کے "
"لیے دے گئی ہیں۔
دلنواز نے ایک طویل سانس باہر خارج کی۔اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔کھڑے
کھڑے ٹھنڈے پسینوں سے نہا گیا۔اس دیوانی لڑکی نے کیا کردیا۔
"تم ان کے کسی دوست رشتے دار کو جانتے ہو؟"
نہیں صاحب میں تو کسی کو نہیں جانتا ہوں۔مجھے تو یہاں آئے ہوے صرف دس دن ہوئے ہیں "
"میرے سامنے تو ان سے ملنے کوئی نہیں آیا۔
اچھاٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔بی بی آئیں یا ان کا کوئی فون آئے تو تم ان سے ان کا پتہ بھی "
پوچھنااور نمبر بھی لے لینا۔فون کا تار کافی لمبا ہے تم اسے اپنے پاس ہی رکھ لو۔یہ میرے فون نمبرز
"ہیں۔بی بی کا فون آئے تو مجھے فوراً بتانا۔
دلنواز تھکے تھکے قدموں سے بدحواس اور پریشان ساواپس آگیا۔اس نے انوشہ کاموبائل نمبر بھی اس
سے نہیں لیا تھا۔کبھی اس کے پرسنل نمبر کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔حیرت صدمے اورپریشانی نے

دلنواز کے حواس مختل کر دے تھے۔ ستم تو یہ تھا کہ وہ اس کے کسی رشتے دار اور دوستوں کو جانتا بھی نہیں تھا۔ جس سے اس کے بارے میں کچھ پوچھ سکتا۔

وہ بار بار گھر کے چکر لگاتا رہا۔ چوکیدار کے پاس کوئی فون نہیں آیا۔ ہر بار مایوس ہو کے لوٹ آتا۔ ڈرائیونگ کرتے ہوئے سامنے سے زیادہ دائیں بائیں نظریں بھٹک رہی ہوتیں کہ شاید وہ دیوانی کسی بس میں چڑھتی اترتی یا روڈ کراس کرتی ہوئی نظر آجائے۔ اپنی اس غلطی کی وجہ سے کئی دفعہ اس کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا۔

نہ جانے اس دن دلنواز کی کہی ہوئی باتوں کا اس احمق لڑکی نے کیا اثر لیا کہ گھر ہی چھوڑ گئی۔ دلنواز کا مقصد اس کے اوپر طنز کرنا یا اسے شرمندہ کرنا ہرگز نہیں تھا۔ وہ اتنے دنوں سے خود کو مسلسل ملامت کر رہا تھا۔

اس دن وہ آفس سے واپس آرہا تھا کہ انوشہ اسے ایک بس میں چڑھتی ہوئی نظر آئی۔ دلنواز نے جلدی سے اپنی گاڑی بس کے پیچھے لگا دی۔ بس ایک گرلز ہاسٹل کے سامنے رکی تو انوشہ اس میں سے اتر کے ہاسٹل کی طرف بڑھ گئی دلنواز نے گاڑی اس کے قریب لے جا کر ہارن بجانا شروع کردیا۔ انوشہ نے دیکھا تو وہ دھک سے رہ گئی۔

فوراً گاڑی میں بیٹھو۔" دلنواز نے سختی اور رعب سے کہا۔"

"مجھے نہیں بیٹھنا اور پلیز آپ میرے پیچھے مت آئیے گا۔"

بیٹھ جاؤ ورنہ میں لوگوں کا خیال کیے بغیر زبردستی ہاتھ کھینچ کے گاڑی میں بٹھا لوں گا۔ میرا دماغ " خراب مت کروں جو کہ رہا ہوں وہی کرو۔" دلنواز نے نہایت بگڑیے موڈ کے ساتھ کہا اس وقت اس کے تیور بہت خراب ہو رہے تھے۔ اس کے بگڑے موڈ کو دیکھ کے اندازہ ہو رہا تھا کہ انوشہ کے

انکار اور ضد کی صورت میں وہ کچھ بھی کر گزرے گا۔انوشہ نے تماشا بنانے کے بجائے بیٹھ جانے میں عافیت سمجھی۔

کیوں آئے ہیں آپ میرے پیچھے؟"انوشہ نے زچ ہوکے پوچھا۔"

اس وقت مجھ سے کوئی بات مت کرو "۔دلنواز کے ڈانٹنے پر وہ خاموش ہو گئی۔"

دل نواز اسے اس گھر میں واپس لے آیا۔

آپ مجھے چین سے جینے کیوں نہیں دیتے؟"۔گھر آتے ہی وہ پھٹ پڑی۔"

دوسروں کا چین چھین کے اپنے چین کی بات کر رہی ہو۔اتنا برا اور ناقابل اعتبار سمجھ لیا تھاتم نے " مجھے۔کس چیز کی کمی اور کیا پریشانی تھی تمہیں اس گھر میں جو تمہیں نوکری کا بھوت سوار ہو گیا؟تمہیں گھر سے باہر نکلنے اور کوئی بھی کام کرنے کے لیے میری اجازت کی ضرورت تھی۔۔۔کیا "تم نے گھر چھوڑنے سے پہلے مجھ سے پوچھا تھا ؟

میں نے آپ سے نوکری کی بات کی تھی۔" وہ منمنائی۔"

ہاں کی تھی تو میں نے تمہیں نوکری کی اجازت دی تھی۔رحمن صاحب مجھے تمہارا سرپرست بنا کر " گئے ہیں۔میں نے ان کے بعدہر طرح سے تمہارا خیال رکھا ہے۔لیکن کیا تم نے میرا خیال کیا؟ ان کے کہے کی پاسداری کی میرا مان رکھا۔اب تم گھر سے باہر نہیں نکلوگی۔" نہایت رعب سے کہا گیا۔

میرا اور آپ کا تعلق ہی کیا ہے؟کون سا رشتہ ہے ہمارے درمیان جو میں اس گھر میں رہو؟" " انوشہ نے بھیگی بھیگی آواز میں کہا۔

"تعلق اور رشتہ بنانا چاہتی ہو؟" دلنواز نے گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ذو معنی سے انداز میں پوچھا تو وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

"تعلقات اور رشتے بنانے سے بنتے ہیں ایسے گھر چھوڑ کر بھاگنے سے نہیں۔ایسی حرکتوں سے تو بنے بنائے رشتوں میں بھی دراڑیں پڑ جاتی ہیں۔آپ کو معرکے مارنے کا بڑا شوق ہے۔میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ آئندہ ایسے معرکے مارنے سے پہلے ضرور سوچ لیجیئے گا۔"

وہ اسے خوب شرمندہ کر رہا تھا اور انوشہ سر جھکائے بیٹھی اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

"اب تو مجھے آپ کی طرف سے خطرہ ہوچلا ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ آئندہ بھی کسی مہم پر نکل کھڑی ہوں گی۔اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کی شادی کر دی جائے۔لہٰذا اگلے جمعہ کو آپ کی شادی ہے۔"

انوشہ نے جھٹکے سے سر اٹھاکے آنکھیں پھاڑے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ کام مجھے ہی کرنا ہے اس لیے میں جلد یہ فرض ادا کردینا چاہتا ہوں اور آپ اب گھر سے بھاگنے میں کامیاب نہیں ہوں گی اس لیے یہ خیال تو آپ بالکل دماغ سے نکال دیجیے۔"

"آپ ایسا کچھ نہیں کرسکتے۔" انوشہ نے ہونق ہوکے تیزی سے کہا۔

"میں تو اس سے بھی زیادہ بہت کچھ کر سکتا ہوں اور کردوں گا۔" دلنواز نے استحقاق سے کہا۔

"میرا اور آپ کا ایسا کوئی تعلق اور رشتہ نہیں جس کی بنا پر آپ میری زبردستی شادی کریں۔" انوشہ نے اپنے تئیں بھر پور احتجاج کیا۔

"ہر تعلق اور رشتہ سمجھانے کا نہیں ہوتا ہے۔کچھ رشتے صرف محسوس کیے جاتے ہیں۔" دلنواز نے انوشہ کے قریب آکے کہا۔اس کی اتنی قربت سے انوشہ کا وجود پگھلا جارہا تھا۔

اور محسوس وہ کرتے ہیں جن کی حس بیدار ہوتی ہے۔ کہہ دینے سے ایسے رشتوں کا تقدس اور ان "
کی دلفریبی ختم ہوجاتی ہے۔ میرے اس فیصلے کا احساس آپ کو بعد میں ہوگا۔ بہرحال آج شام کو
میرے دوست کی بیگم آئیں گی۔وہ آپ کو شادی کی ساری شاپنگ کروادیں گی اور شادی تک وہ آپ
"کے پاس ہی رہیں گی۔

اس کے احساسات، جذبات اور خوشیوں کی پروا کیے بغیر اس کی مرضی معلوم کیے بغیر اس کی زندگی کا
سب سے بڑا اور اہم فیصلہ کرکے وہ چلتا بنا اور وہ بت بنی بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔کوئی احتجاج، کوئی آواز
بلند نہ کرسکی۔اپنی بے بسی اور مجبوری پر وہ خوب دل کھول کے روئی۔

شام کو واقعی اس کے دوست کی بیگم آ گئیں۔انہوں نے اس کے ہونے والے دلہا کی شان میں زمین
آسمان کے قلابے ملا دیے۔

انوشہ شاپنگ پر جانا نہیں چاہ رہی تھی وہ اسے زبردستی لے گئیں۔ٹائم کم ہونے کی وجہ سے زیادہ تر
سوٹ ریڈی میڈ ہی لیے گئے۔بس شادی ولیمے کے جوڑے ٹیلر کو سلنے دیے تھے اس وقت وہی
کپڑے بھابھی لینے گئی ہوئی تھیں انوشہ گھر پر ہی تھی۔اداس اور بیزار سی بیٹھی تھی کہ فون بج اٹھا۔

ہیلو۔"اس نے ٹھنڈی اور دبی ہوئی آواز میں کہا۔"

سنا ہے آپ شادی سے بہت خوش ہیں۔" دلنواز کی شوخ سی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ اچھل "
پڑی۔

"بالکل غلط سنا ہے آپ نے۔اب سن لیجیئے کہ میں بہت نا خوش ہوں۔"

"اچھا ویسے آپ کی زندگی میں کوئی اور ہے جسے آپ چپکے چپکے چاہتی ہیں تو بتادیجیے۔"

ایسا کوئی نہیں ہے میری زندگی میں جسے میں چاہتی ہوں۔" انوشہ نے چڑ کے تیزی سے کہا۔"

ریئلی۔" دلنواز نے شریر سے انداز میں کہا۔"پھر بعد میں شکایت مت کیجیے گا۔میں نے پوچھنے کا "
"فریضہ انجام دے دیا ہے۔
"انوشہ نے جل کر ریسیور پٹخ دیا۔"کمینہ کہیں کا۔
وہ شادی ہو کے ایک ان دیکھے انجانے آدمی کے ہمراہ اپنی مرضی کے خلاف اس کے گھر آگئی۔
خوف مایوسی اور دکھ نے اس کی عجیب حالت بنادی تھی۔ہر خوشی مر چکی تھی۔سارے ارمان سو چکے تھے۔
اس نے خود کو مکمل طور پر حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔
اس کا دلہا اس کے سامنے آکے بیٹھا تو اس کا سر جھکتا چلا گیا۔
کہیے محترمہ ہمارا فیصلہ پسند آیا۔" اس نے انوشہ کے بھیگے بھیگے نرم ہاتھ اپنے گرم اور بھاری ہاتھوں "
میں تھامتے ہوئے کہا تو اس نے جھٹکے اور حیرت سے سر اٹھایا۔سامنے دلنواز بیٹھا بھر پور مسکراہٹ کے ساتھ اسے گہری اور نشیلی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
آپ نے میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کیا اور مجھے کچھ بتایا تک نہیں۔" اس نے دلنواز پر آنکھیں "
نکالیں۔
"ارے یار بتایا تو تھا کہ میں تمہاری شادی کر رہا ہوں۔"
یہ بتایا تھا ناں یہ تو نہیں بتایا تھا ناں کہ کس کے ساتھ کر رہے ہیں؟" اس نے شکایت آمیز انداز "
میں آہستہ سے کہا۔
اب تم اتنی بیوقوف ہو تو مُں کیا کر سکتا ہوں۔میں نے کہا تھا نا کہ ہر رشتہ وضاحت کرنے کا "
نہیں ہوتا ہے۔بعض رشتوں کو صرف دل سے محسوس کیا جاتا ہے اور وہ دل میں ہی رہتے ہیں۔کوئی

اپنا دل نکال کے کسی کے حوالے کرتا ہے کیا۔کوئی اپنے جسم سے روح کھینچ کے کسی کو دے سکتا ہے۔"

دلنواز نے اتنی محبت سے کہا کہ انوشہ کی آنکھیں جھلک پڑیں۔"بس اب اور نہیں جتنا رونا تھا رو چکیں۔دلنواز نے اس کے آنسو اپنی پوروں پہ چن لیے اوراسے کھینچ کے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔

****

ختم شد